دینی امور پر اجرت لینا

افادات

متکلم اسلام
مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا پاکستان

دینی امور پر اجرت

قرآن کریم پڑھانا، امامت کرنا، خطابت کرنا، اذان دینا، مسجد کا خادم ہونا، قرآن وسنت کی تعلیم دینا، فتوی دینا، امور خلافت کی ذمہ داری نبھانا، نکاح پڑھانا وغیرہ دینی امور پر اجرت اور تنخواہ لیکر دینی امور کو سرانجام دینا جائز ہے۔

دلائل اہل السنۃ الجماعۃ

دلیل نمبر 1:

﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۖ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ﴾

(سورۃ النساء:6)

ترجمہ: جو خود مالدار ہو تو وہ اپنے آپ کو (یتیم کا مال کھانے سے) بالکل پاک رکھے۔ ہاں اگر وہ خود محتاج ہو تو معروف طریق کار کو ملحوظ رکھتے ہوئے کھالے۔

یتیم بچے کی کفالت وتربیت کرنا اور اس کے مال کی نگرانی کرنا ایک دینی کام ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اس دینی کام پر تنخواہ لینا جائز ہے۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ ت1396ھ:

اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"آیت کے سابق سے ایک فقہی ضابطہ اور اصول معلوم ہو گیا کہ جو لوگ اوقاف کے نگران ہیں یا مسجد اور مدارس کے منتظم ہیں یا مسلم حکومتوں کے اداروں کے ذمہ دار ہیں یا ایسی ہی دوسری ملکی وملی خدمات جن کا انجام دینا فرض کفایہ ہے، ان پر مامور ہیں ان حضرات کے لیے بھی اعلیٰ وافضل یہ ہے کہ اگر اپنے پاس اثاثہ ہو اور وہ اپنے بچوں کے ضروری اخراجات پورے کرسکتے ہوں تو ان اداروں سے اور حکومت کے بیت المال سے کچھ بھی نہ لیں لیکن اگر ان کے پاس گزارہ کے لیے مال موجود نہ ہو اور کسب کے اوقات میں ان کاموں میں مشغول رہتے ہوں تو بقدر ضرورت ان اداروں سے مال لے لینے کا اختیار ہے مگر قدر ضرورت کا لفظ پیش نظر رہے گا۔"

(معارف القرآن ج2ص306)

دلیل نمبر 2:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٦٠﴾﴾

(سورۃ التوبۃ:60)

ترجمہ: صدقات تو دراصل حق ہے فقیروں کا، مسکینوں کا، اور ان اہلکاروں کا جو صدقات کی وصولی پر مقرر ہوتے ہیں، اور ان کا جن کی دلداری مقصود ہوتی ہے۔ نیز غلاموں کو آزاد کرنے میں اور قرض داروں کے قرضے ادا کرنے میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافروں کی مد میں خرچ کیا جائے۔ یہ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے زکوۃ کے آٹھ مصارف بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک مصرف "وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا" یعنی زکوۃ وصول کرنے والے کارکن۔ زکوۃ وصول کرنا ایک دینی کام ہے اور اس دینی کام پر تنخواہ لینے کو اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے۔

امام ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک بن بطال البکری القرطبی ت 449ھ:

اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَدَلَّتْ هٰذِهِ الْآيَةُ عَلٰى أَنَّ لِمَنْ شَغَلَ بِشَيْءٍ مِنْ أَعْمَالِ الْمُسْلِمِيْنَ أَخْذَ الرِّزْقِ عَلٰى عَمَلِهِ ذٰلِكَ كَالْوُلَاةِ وَالْقُضَاةِ وَشِبْهِهِمْ.

(شرح صحیح البخاری لابن بطال: ج3 ص557 باب الزکوۃ باب قول اللہ: والعاملین علیہا)

ترجمہ: یہ آیت اس بات کو ثابت کر رہی ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے امور مثلاً حاکیت، عہدہ قضاء اور اس جیسے کاموں میں مشغول ہو تو اس کے لیے اجرت لینا جائز ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المالکی رحمہ اللہ ت 671ھ:

اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَدَلَّ قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا﴾ عَلٰى أَنَّ كُلَّ مَا كَانَ مِنْ فُرُوضِ الْكِفَايَاتِ كَالسَّاعِيْ وَالْكَاتِبِ وَالْقَسَّامِ وَالْعَاشِرِ وَغَيْرِهِمْ فَالْقَائِمُ بِهِ يَجُوزُ لَهُ أَخْذُ الْأُجْرَةِ عَلَيْهِ. وَمِنْ ذٰلِكَ الْإِمَامَةُ، فَإِنَّ الصَّلَاةَ وَإِنْ كَانَتْ مُتَوَجِّهَةً عَلٰى جَمِيعِ الْخَلْقِ فَإِنَّ تَقَدُّمَ بَعْضِهِمْ بِهِمْ مِنْ فُرُوضِ الْكِفَايَاتِ، فَلَا جَرَمَ يَجُوزُ أَخْذُ الْأُجْرَةِ عَلَيْهَا.

(الجامع لاحکام القرآن: ج1 ص1454)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا﴾ اس بات کی دلیل ہے کہ جو کام فرض کفایہ میں سے ہوں جیسے خراج وصول کرنے والا، کاتب، صدقے کا مال تقسیم کرنے والا، عشر جمع کرنے والا اور اس طرح کے دوسرے لوگ۔ تو جو حضرات ان امور کو سر انجام دیتے ہیں تو ان کے لیے ان امور پر اجرت لینا جائز ہے۔ انہی امور میں ایک امامت بھی ہے کیونکہ نماز ہر بندے پر فرض ہے لیکن اس کی امامت کرنا یہ فرض کفایہ ہے۔ تو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ امامت پر اجرت لینا جائز ہے۔

دلیل نمبر 3:

فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا

سورۃ القصص آیت 25

ترجمہ: حضرت شعیب علیہ السلام کی ایک بیٹی حیاء کے ساتھ چلتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور کہا: میرے والد صاحب نے آپ کو بلایا ہے تاکہ جو آپ نے ہماری بکریوں کو پانی پلایا اس کی مزدوری آپ کو دیں۔

کسی کے جانوروں کا پانی پلانا نیکی کا کام ہے جس کے کرنے پر ایک نبی کا دوسرے نبی کا بدلہ دینے کے لئے بلانا اس بات کی دلیل ہے کہ نیکی کے کاموں پہ اجرت لینا جائز ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ ت 1225ھ:

اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

صَرِيحٌ فِي أَنَّهَا دَعَتْ مُوسٰى إِلٰى إِعْطَاءِ الْأَجْرِ وَمُوسٰى أَجَابَ دَعْوَتَهَا وَمَشٰى مَعَهَا----وَقَدْ أَجَازَ الشَّافِعِيُّ أَخْذَ الْأُجْرَةِ عَلَى الْأَذَانِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَأَجَازَ الْمُتَأَخِّرُونَ مِنَ الْحَنَفِيَّةِ أخذ الأجرة عَلٰى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ{التفسیر المظہری سورۃ القصص آیت 25}

ترجمہ: یہ آیت کریمہ بالکل واضح ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مزدوری دینے کے لئے بلانے آئی تھی جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبول کیا اور اس عورت کے ساتھ تشریف لے گئے۔ امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ نے اذان اور دیگر دینی کاموں پہ اجرت کو جائز قرار دیا ہے، متاخرین احناف کے ہاں بھی قرآن پڑھا کر تنخواہ لینا جائز ہے۔

دلیل نمبر4:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَوْا عَلَى حَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَلَمْ يَقْرُوهُمْ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ لُدِغَ سَيِّدُ أُولٰئِكَ فَقَالُوا: هَلْ مَعَكُمْ مِنْ دَوَاءٍ أَوْ رَاقٍ؟ فَقَالُوا: إِنَّكُمْ لَمْ تَقْرُونَا وَلَا نَفْعَلُ حَتّٰى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا! فَجَعَلُوا لَهُمْ قَطِيعًا مِنَ الشَّاءِ فَجَعَلَ يَقْرَأُ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَيَجْمَعُ بُزَاقَهُ وَيَتْفِلُ فَبَرَأَ فَأَتَوْا بِالشَّاءِ ، فَقَالُوا: لَا نَأْخُذُهُ حَتّٰى نَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَسَأَلُوهُ فَضَحِكَ وَقَالَ: "وَمَا أَدْرَاكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ خُذُوهَا وَاضْرِبُوا لِي بِسَهْمٍ."

(صحیح البخاری: کتاب الطب. باب الرقی بفاتحۃ الکتاب)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ کرام کا عرب کے کسی قبیلہ پر گزر ہوا۔ ان قبیلہ والوں نے ان صحابہ کرام کی مہمان نوازی نہ کی۔ اسی دوران ان لوگوں کے سردار کو (سانپ یا بچھو کا) ڈنگ لگا۔ بستی والوں نے کہا: کیا تمہارے پاس کوئی دوا یا دم کرنے والا آدمی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی (یعنی کھانا نہیں کھلایا)، اس لیے ہم بھی دم نہیں کریں گے جب تک تم ہمیں کوئی چیز دو گے نہیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے بکریوں کا ریوڑ ان حضرات کو دیا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم شروع کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ لعاب دہن جمع کرکے زخم پر لگاتے جاتے۔ آخر کار وہ شخص ٹھیک ہو گیا۔ قبیلہ والے بکریوں کا ریوڑ ان حضرات کے سپرد کرنے لگے تو صحابہ کرام کہا: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر نہیں لیں گے۔ پھر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ علیہ السلام ہنس پڑے۔ فرمایا: تجھے کیسے پتہ چل گیا کہ یہ دم ہے؟ بکریاں لے لو اور میرا بھی حصہ مجھے دو!

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

فَكَرِهُوا ذٰلِكَ وَقَالُوا: أَخَذْتَ عَلَى كِتَابِ اللهِ أَجْرًا حَتّٰى قَدِمُوا الْمَدِينَةَ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! أَخَذَ عَلَى كِتَابِ اللهِ أَجْرًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللهِ."

(صحیح البخاری: کتاب الطب. باب الشرط فی الرقیۃ بقطیع من الغنم)

ترجمہ: ساتھیوں نے ان بکریوں کے ریوڑ کو لینا ناپسند کیا اور کہا آپ نے اللہ کی کتاب پر اجرت لی ہے۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! انہوں نے (یعنی ابو سعید خدری نے) اللہ کی کتاب پر اجرت لی ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک جس چیز پر تم اجرت لینے کے زیادہ حق دار ہو، وہ اللہ کی کتاب ہے۔

امام حسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی الشافعی رحمہ اللہ ت510ھ:

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فِي الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلَى جَوَازِ أَخْذِ الْأُجْرَةِ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ."

(شرح السنۃ: ج8 ص268 باب أخذ الأجرۃ علی تعلیم القرآن والرقیۃ بہ)

ترجمہ: تعلیم قرآن پر اجرت کے جواز کی یہ حدیث دلیل ہے۔

علامہ محی الدین ابو زکریا یحیٰی بن شرف النَّوَوِیُ رحمہ اللہ ت676ھ:

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هٰذَا تَصْرِيحٌ بِجَوَازِ أَخْذِ الْأُجْرَةِ عَلَى الرُّقْيَةِ بِالْفَاتِحَةِ وَالذِّكْرِ ، وَأَنَّهَا حَلَالٌ لَا كَرَاهَةَ فِيهَا ، وَكَذَا الْأُجْرَةُ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ.

(شرح صحیح مسلم: باب جواز اخذ الاجرۃ علی الرقیۃ بالقرآن والاذکار)

ترجمہ: اس حدیث میں تصریح ہے کہ فاتحہ وغیرہ کے ذریعہ دم کرکے اس پر اجرت لینا بلا کراہت جائز و حلال ہے اسی طرح تعلیم قرآن پر اجرت لینا بھی درست ہے۔

حافظ بدر الدین محمود بن احمد بن موسیٰ العینی الحنفی رحمہ اللہ ت 855ھ:

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"إِنَّ فِيهِ جَوَازَ أَخْذِ الْأُجْرَةِ لِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَلِلتَّعْلِيمِ أَيْضاً" (عمدۃ القاری: باب مایعطی فی الرقیۃ علی احیاء العرب بفاتحۃ الکتاب)

ترجمہ: قرات قرآن اور تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے جواز کی یہ حدیث دلیل ہے۔

☆ علامہ محمد عبد الروف بن تاج العارفین ابن علی مناوی القاہری (ت 1031ھ) اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فَأَخْذُ الْأُجْرَةِ عَلٰى تَعْلِيمِهِ جَائِزٌ كَالْاِسْتِئْجَارِ لِقِرَاءَتِهِ وَالنَّهْيُ عَنْهُ مَنْسُوخٌ أَوْ مُؤَوَّلٌ"

(التیسیر شرح الجامع الصغیر ج1 ص624، فیض القدیر ج2 ص529)

یعنی یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے اور جن روایات سے ممانعت ثابت ہوتی ہے وہ یا تو منسوخ ہیں یا خاص صورتوں پر محمول ہیں۔

دلیل نمبر 5:

قیاس:

جو لوگ خدمتِ خلق کا کام کرتے ہیں، خواہ ڈاکٹر ہو انجینئر ہوں، خواہ دیگر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھتے ہوں یہ تمام حضرات کہتے ہیں کہ ہم انسانیت کی خدمت کرتے ہیں اور یہ لوگ اس پر اجرت بھی لیتے ہیں۔ کوئی شخص بھی ان کی اجرت نہ لینے کا قائل نہیں۔ انسانیت کی خدمت بھی ایک دینی عمل ہے اور مستحسن کام ہے۔ تو جب اس اچھے عمل پر اجرت لینا جائز ہے تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن کریم پڑھانا، اذان دینا، امامت کرانا، فتوی دینا وغیرہ دین کے کسی شعبے میں خدمت کرنا بھی ایک اچھا عمل ہے، اس لیے ان کی اجرت لینے کی بھی اجازت ہونی چاہیے۔

دینی امور پر اجرت اور اکابرین امت

1: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ت 13ھ کا فیصلہ:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ قَالَ لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي أَنَّ حِرْفَتِي لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَئُونَةِ أَهْلِي وَشُغِلْتُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَسَيَأْكُلُ آلُ أَبِي بَكْرٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ

(صحیح البخاری: ج1 ص278 بَابُ كَسْبِ الرَّجُلِ وَعَمَلِهِ بِيَدِهِ)

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنائے گئے تو فرمایا میری قوم کے لوگ (مسلمان) جانتے ہیں کہ میرا کاروبار میرے اہل و عیال کے اخراجات کے لیے کافی تھا اب میں مسلمانوں کے امور میں مشغول ہو گیا ہوں (اور اس کی وجہ سے اپنا کاروبار جاری نہیں کر سکتا) تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اہل و عیال اس (بیت المال) سے مال سے کھائیں گے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس بیت المال کی آمدنی میں اضافہ کرنے اس کی حفاظت کرنے اور اس کو مسلمانوں کی ضروریات و دیگر مصارف میں خرچ کرنے کے ذریعہ مسلمانوں کی خدمت کرے گا۔

2: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ت 23ھ کا فیصلہ:

عَنِ الْوَضِينِ بْنِ عَطَاءٍ قَالَ: ثَلَاثَةٌ مُعَلِّمُونَ كَانُوا بِالْمَدِينَةِ يُعَلِّمُونَ الصِّبْيَانَ وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَرْزُقُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ خَمْسَةَ عَشَرَ دِرْهَمًا كُلَّ شَهْرٍ

(السنن الکبریٰ للبیہقی" ج6 ص124 باب أَخْذِ الأُجْرَةِ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَالرُّقْيَةِ بِهِ)

ترجمہ: وضین بن عطا فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں تین معلم تھے جو بچوں کو پڑھاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سب کو پندرہ درہم ماہانہ وظیفہ دیا کرتے تھے۔

فائدہ: السنن الکبری کے مصنف کا نام: امام ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ ت 458ھ ہے

3: حضرت ابو بکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا عمل:

وَأَكَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا. (صحیح البخاری: ج2 ص1061 کتاب الاحکام بَاب رِزْقِ الْحُكَّامِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا)

ترجمہ: حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تنخواہ لیتے تھے۔

4: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ت 40ھ کا فیصلہ:

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُزَاحِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو شَيْبَةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى أَنَّ عَلِيًّا كَانَ يَرْزُقُ شُرَيْحاً عَلَى الْقَضَاءِ خَمْسَمِأَةٍ فِي كُلِّ شَهْرٍ.

(اخبار القضاۃ: ج2 ص224 مؤلف کتاب: امام ابو بکر محمد بن خلف بن حیان البغدادی (ت306ھ))

ترجمہ: قاضی عبد الرحمٰن بن ابی الیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قاضی شریح کو عہدہ قضاء کی وجہ سے ماہانہ پانچ سو درہم تنخواہ دیتے تھے۔

5: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہات 58ھ کا فیصلہ:

وَقَالَتْ عَائِشَةُ يَأْكُلُ الْوَصِيُّ بِقَدْرِ عُمَالَتِهِ. (صحیح البخاری: ج2 ص1061 کتاب الاحکام بَاب رِزْقِ الْحُكَّامِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو شخص میت کا وصی ہو وہ اپنی محنت کے مطابق یتیم کے مال میں سے کھا سکتا ہے۔

کوئی شخص مرتے وقت کسی کو کہہ دے کہ میرے بعد میرے بچوں کے مال کی دیکھ بھال کرنا اور ان پر ٹھیک ٹھیک خرچ کرتے رہنا۔ تو جس کو وصیت کر کے جا رہا ہے وہ اپنی محنت کے بقدر مال لے سکتا ہے۔

6: قاضی شُرَیح بن الحارث بن قیس الکِندی الکوفی رحمہ اللہ کا عمل (ت قبل 80ھ)

وَكَانَ شُرَيْحٌ الْقَاضِي يَأْخُذُ عَلَى الْقَضَاءِ أَجْرًا.

(صحیح البخاری: ج2 ص1061 کتاب الاحکام بَاب رِزْقِ الْحُكَّامِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا)

ترجمہ: قاضی شریح عہدہ قضاء کی تنخواہ لیتے تھے۔

7: امام ابو قلابہ عبد اللہ بن زید بصری تابعی رحمہ اللہ کا فتوی (ت 104)

عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا قِلَابَةَ عَنِ الْمُعَلِّمِ يُعَلِّمُ وَيَأْخُذُ أَجْرًا، فَلَمْ يَرَ بِهِ بَأْسًا.

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ج20 ص206 باب فی اجر المعلم)

ترجمہ: امام خالد الحذاء کہتے ہیں کہ میں نے ابو قلابہ رحمہ اللہ سے تعلیم دینے والے معلم کی تنخواہ کے بارے میں سوال کیا۔ تو آپ اس میں کوئی حرج

نہیں سمجھتے تھے۔

فائدہ: مصنف ابن ابی اشیبہ کے مصنف کا نام: امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ رحمہ اللہ ت 235ھ ہے۔

8: امام معاویہ بن قُرَّۃ المُزَنی تابعی رحمہ اللہ کا فتوی (ت 113ھ)

عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: سَأَلْتُ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَجْرِ الْمُعَلِّمِ فَقَالَ: أَرَى لَهُ أَجْرًا.

(مسند ابن الجعد: ص 170)

ترجمہ: امام شعبہ بن حجاج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ بن قرہ رحمہ اللہ سے معلم کی تنخواہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: میں اس کو جائز سمجھتا ہوں۔

فائدہ: مسند ابن الجعد کے مصنف کا نام: امام علی بن الجعد بن عبید رحمہ اللہ ت 230ھ ہے۔

9: امام عطاء بن ابی رَباح مکی تابعی رحمہ اللہ کا فتوی (ت 114ھ)

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَطَاءٍ: أُجْرُ الْمُعَلِّمِ عَلَى تَعْلِيمِ الْكِتَابِ أَعَلِمْتَ أَحَدًا كَرِهَهُ؟ قَالَ: لَا!

(المدونۃ الکبریٰ: ج 3 ص 430 باب فی اجارۃ المعلم)

ترجمہ: ابن جریج مکی کہتے ہیں کہ میں نے عطاء بن ابی رَباح سے پوچھا کہ کیا یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ کسی نے قرآن مجید پڑھانے کی تنخواہ کو مکروہ سمجھا ہو؟ آپ نے جواب دیا: میرے علم میں کسی نے بھی اس کو مکروہ نہیں کہا۔

فائدہ: المدوَّنۃ الکبریٰ کے مصنف کا نام قاضی عبد السلام بن سعید بن حبیب ت 240ھ ہے۔

10: امام ابو محمد حَکَم بن عُتَیبہ الکِندی التابعی رحمہ اللہ کا فتوی (115)

قَالَ شُعْبَةُ: وَسَأَلْتُ الْحَكَمَ، فَقَالَ: لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا يَكْرَهُهُ.

(مسند ابن الجعد: ص 170)

ترجمہ: امام شعبہ بن حجاج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ سے (معلم کی تنخواہ کے بارے میں) سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے کسی سے بھی نہیں سنا کہ کوئی اس کو مکروہ کہتا ہو۔

11: امام مالک بن انس المدنی رحمہ اللہ کا فتوی (ت 179ھ)

امام مالک بن انس رحمہ اللہ کے شاگرد امام عبد الرحمٰن بن قاسم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

قلت أرأيت إن استأجرتُ رجلا يُعَلِّم لي وُلْدِي القرآنَ يُحَذِّقُهم القرآن بكذا و كذا درهما؟ قال: قال مالك: لا بأس بذلك.

(المدونۃ الکبریٰ: ج 3 ص 430 باب فی اجارۃ المعلم)

ترجمہ: میں نے امام مالک سے پوچھا: مجھے بتائیں کہ اگر میں کسی شخص کو اتنے درہم اجرت دے کر مقرر کروں کہ وہ میرے بچوں کو قرآن کی تعلیم دے اور انہیں قرآن کا ماہر بنادے تو یہ کیسا ہے؟ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: تعلیم قرآن کی اجرت میں کوئی حرج نہیں۔

شبہات اور ان کے جوابات

وہ حضرات جو دین کے کام پر اجرت کے قائل نہیں ہیں ان کے چند ایک شبہات اور ان کے جوابات ملاحظہ فرمائیں!

شبہ نمبر 1:

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا﴾ (سورۃ البقرۃ:41)

ترجمہ: اور میری آیات کو حقیر سی دنیا کے بدلے میں نہ بیچو۔

جواب:

فائدہ:

جواب سے پہلے بطور فائدہ ایک بات ملاحظہ فرمالیں:

قرآن کریم کی تفسیر کا سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کرنی چاہیے۔

شیخ مناع خلیل القطان ت 1420ھ لکھتے ہیں:

أن يَبْدَأ أوَّلًا بِتفسِيرِ القرْآن بِالقرْآن، فَمَا أُجمِلَ مِنْهُ فِيْ مَوْضِعٍ فإنَّه قَدْ فُصِّلَ في مَوْضع آخَر، ومَا اخْتُصِرَ مِنْهُ فِي مَكَان فإنَّه قَدْ بُسِطَ فِي مَكَان آخَر. (مباحث فی علوم القرآن: ص340)

ترجمہ: مفسر کو چاہیے کہ سب سے پہلے قرآن مجید کی تفسیر خود قرآن سے کرے۔ کیونکہ اگر کوئی چیز ایک مقام پر مجمل بیان کی گئی ہے تو وہ دوسری جگہ پر تفصیل سے بیان کی ہوتی ہے۔ جو بات ایک مقام پر اختصار سے بیان ہوئی ہو تو وہ دوسری جگہ واضح کھول کر بیان کی ہوتی ہے۔

اس تمہید کے بعد یہ سمجھیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ایک جگہ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ یَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ۙ اُولٰٓىٕكَ مَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ لَا یُزَكِّیْهِمْ ۚۖ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۷۴﴾﴾

(سورۃ البقرۃ:174)

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کو چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت وصول کر لیتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ کے سوا کچھ نہیں بھر رہے۔ قیامت کے دن اللہ ان سے کلام بھی نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان لوگوں کیلئے دردناک عذاب ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَیْدِیْهِمْ ۗ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِیَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ فَوَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَیْدِیْهِمْ وَ وَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا یَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾﴾

(سورۃ البقرۃ:79)

ترجمہ: تباہی ہے ان لوگوں کی جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں پھر (لوگوں سے) کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے ذریعے سے تھوڑی سی آمدنی کما لیں۔ پس تباہی ہے ان لوگوں پر اس تحریر کی وجہ سے بھی جو ان کے ہاتھوں نے لکھی اور تباہی ہے ان پر اس آمدنی کے وجہ سے بھی جو وہ کماتے ہیں۔

قرآن کریم کی ان دو آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی پیسے لے کر غلط مسائل بتاتے اور پیسے لے کر حق کو چھپاتے تھے۔ تو اللہ تعالی نے انہیں فرمایا: کہ تم دنیا کا مال لے کر آخرت برباد کرتے ہو اور یہ دنیا آخرت کے مقابلے میں جتنی زیدہ ہو حقیر اور تھوڑی ہے۔ تو تم اس تھوڑے مال پر آخرت جو بڑا مال ہے، کو برباد مت کرو!

امام ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی رحمہ اللہ ت373ھ:

اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَلَا تَشْتَرُوْا بِآيَاتِي ثَمناً قَلِيلاً يَعْنِي بِكِتْمَانِ صِفَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضاً يَسِيْراً لِأَنَّهُمْ كَانُوْا عَرَفُوْا صِفَةَ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم وَكَانَتْ لَهُمْ مَأْكُلَةٌ وَوَظَائِف مِنْ سِفَلَةِ قَوْمِهِمْ وَكَانَتْ لَهُمْ رِئَاسَةٌ فَكَانُوْا يَخَافُوْنَ أَنْ تَذْهَبَ وَظَائِفهم ورئاستهم فقال "ولا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمناً قَلِيلاً" يَعْنِي عَرَضَ الدُّنْيَا۔

بحر العلوم المعروف تفسیر السمرقندی سورۃ البقرۃ آیت 41

ترجمہ: اے یہودیو: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کو چھپا کر اس کے بدلے تھوڑی دنیا نہ لو۔ یہود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف پہچانتے تھے، وہ لوگ اپنی قوم کے سردار تھے اور اپنے ماتحتوں سے کھانے کی چیزیں اور وظائف وصول کرتے تھے۔ انہیں خدشہ تھا حق بیان کردیا تو سرداری اور وظیفے نہیں ملیں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری آیات کے بدلے دنیا کا تھوڑا سامان مت لو۔

محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود البغوی رحمہ اللہ ت516ھ:

اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

{وَلَا تَشْتَرُوا} أي: وَلَا تَسْتَبْدِلُوْا {بِآيَاتِي} بِبَيَانِ صِفة محمّد صلّى الله عليه وسلّم {ثَمَنًا قَلِيلا} أي عرضاً يسيراً مِنَ الدُّنْيَا وذٰلِك أَنَّ رُؤَسَاء اليَهُودِ وعُلَمَاءِهِمْ كانتْ لَهُمْ مآكِل يُصِيبُوْنَهَا مِنْ سِفْلَتِهِمْ وَجُهَّالِهِمْ يَأْخُذُوْنَ مِنْهُمْ كُلّ عَام شَيئاً مَعْلُوماً مِنْ زُرُوْعِهِمْ وضُرُوْعِهِمْ ونُقُوْدِهِمْ فَخَافُوْا إِنْ هُمْ بَيَّنُوْا صِفَةَ محمّد صلى الله عليه وسلم وتَابَعُوْهُ أَنْ تَفُوْتَهُمْ تِلْكَ الْمَآكِل فغَيَّرُوْا نَعْته وكَتَمُوْا اسْمَهُ فَاخْتَارُوا الدُّنْيَا عَلَى الآخِرَةِ۔

تفسیر معالم التنزیل المعروف تفسیر بغوی سورۃ البقرہ آیت 41

ترجمہ: تورات کی جن آیات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مذکور ہے انہیں تبدیل کر کے اس کے بدلے دنیا کا تھوڑا سامان مت وصول کرو۔ یہودیوں کے سرداروں اور علماء کو ان کے ماتحتوں اور غیر علماء سے نذرانے ملتے تھے وہ ہر سال عوام سے زمینی پیداور، جانوروں اور نقدی وصول کیا کرتے تھے۔ انہیں ڈر تھا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف صحیح بیان کردئے اور آپ کا کلمہ پڑھ لیا تو یہ سارے نذرانے ختم ہوجائیں گے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کو تبدیل کردیا، آپ کے نام کو چھپالیا اور دنیا کو آخرت پہ ترجیح دی۔ {اس آیت میں انہیں کی مذمت بیان کی گئی ہے}

امام علاء الدین علي بن محمد بن ابراهیم المعروف خازن رحمہ اللہ ت741ھ:

اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

{وَلَا تَشْتَرُوا} أي: وَلَا تَسْتَبْدِلُوْا {بِآيَاتِي} بِبَيَانِ صِفة محمّد صلّى الله عليه وسلّم الَّتِي فِي التَّوْرَاةِ {ثَمَنًا قَلِيلاً} أي عِوَضاً يَسِيْراً مِنَ الدُّنْيَا لأَنَّ الدُّنْيَا بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْآخِرَةِ كَالشَّيْءِ الْيَسِيرِ الْحَقِيْرِ الَّذِيْ لَا قِيْمَةَ لَهُ

تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر الخازن سورۃ البقرہ آیت 41

ترجمہ: تورات کی جن آیات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مذکور ہے انہیں تبدیل کر کے اس کے بدلے دنیا کا تھوڑا سامان مت وصول کرو۔ اس لئے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا ایسی معمولی اور حقیر چیز ہے جس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ت1362ھ:

اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اور مت لو بمقابلہ میرے احکام کے معاوضہ حقیر کو اور خاص مجھی سے پورے طور پر ڈرو یعنی میرے احکام کو چھوڑ کر اور ان کو بدل کر اور چھپا کر عوام الناس سے دنیاءِ ذلیل و قلیل کو وصول مت کرو جیسا کہ ان (یعنی یہود و نصاریٰ کے علماء) کی عادت تھی۔"

(تفسیر بیان القرآن: ج1 ص48)

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ ت1396ھ:

اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"﴿وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلہ میں قیمت لینے کی ممانعت کا مطلب وہی ہے جو آیت کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی مرضی اور ان کی اغراض کی خاطر اللہ تعالیٰ کی آیات کا مطلب غلط بتلا کر یا چھپا کر پیسے لئے جائیں۔ یہ فعل باجماع امت حرام ہے۔ رہا یہ معاملہ کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی آیات صحیح صحیح بتلا کر یا پڑھا کر اس کی اجرت لینا کیسا ہے؟ اس کا تعلق آیت مذکورہ سے نہیں۔

(تفسیر معارف القرآن: ج1 ص207)

فائدہ:

ویسے اس آیت کا قرآن کریم کی تعلیم پر اجرت کے مسئلہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمہ اللہ ت1270ھ:

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَلَا دَلِيْلَ فِى الْاٰيَةِ عَلٰى مَا ادَّعَاهُ هٰذَا الذَّاهِب كَمَا لَا يَخْفٰى وَالْمَسْأَلَةُ مُبَيَّنَةٌ فِى الْفُرُوْعِ.

(روح المعانی: ج1 ص247)

ترجمہ: اس مدعی کے لیے مذکورہ آیت کو دلیل بنانا درست نہیں جیسا کہ یہ بات مخفی نہیں ہے۔ یہ مسئلہ فروعات میں بالکل واضح بیان کر دیا گیا ہے۔

شبہ نمبر2:

قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام کی دعوت و تبلیغ کا ذکر ہے جس میں انبیاء کرام علیہم السلام کا ایک جملہ یہ بھی ملتا ہے:

﴿وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٩﴾﴾

(سورۃ الشعراء: 109)

ترجمہ: میں تم سے اس دعوت و تبلیغ پر کسی قسم کی کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو صرف اس ذات نے اپنے ذمے لے رکھا ہے جو سارے جہان کی پرورش کرتی ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

﴿وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۭ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ﴾

(سورۃ ہود: 29)

ترجمہ: اور اے میری قوم! میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی مال نہیں مانگتا، میرا اجر اللہ کے سوا کسی اور کے ذمے نہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

﴿یٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى الَّذِیْ فَطَرَنِیْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾﴾

(سورۃ ہود:51)

ترجمہ: اور اے میری قوم! میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجرت اس ذات کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔ کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے؟

انبیاء علیہم السلام نے تبلیغ پر اجرت نہیں مانگی بلکہ جبکہ آج انبیاء کے وارث کہلانے والوں کی جماعت نماز، تعلیم، نکاح پڑھانا سب پر اجرت لے رہی ہے۔

جواب نمبر1:

یہاں دو باتوں میں فرق سمجھیں!

1: ایک ہوتا ہے کسی کام کو سرانجام دے کر اجر کا مستحق ہونا لیکن اجر وصول نہ کرنا۔

2: اور ایک ہوتا ہے کسی کام پر اجرت ہی کا حرام اور ناجائز ہونا۔

دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ آیت مذکورہ سے تو محض یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اس تبلیغ پر اجرت کا سوال نہیں کرتے تھے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دینی کام پر اجرت ہی حرام ہے۔

مثال:

کسی علاقے میں ایک بڑا ڈاکٹر ہو وہ علاج کرتا ہو اور فیس نہ لیتا ہو اور اس علاقے میں کوئی چھوٹا ڈاکٹر ہو اور وہ علاج کرنے پر فیس لیتا ہو۔ اب بڑے ڈاکٹر کا علاج کر کے فیس نہ لینا اس بات کی علامت نہیں کہ چھوٹے کے لیے فیس لینا جائز ہی نہیں۔

جواب نمبر2:

اس آیت میں خطاب مخالفین کو ہے کہ نبی اپنے مخالفین سے کہتا ہے کہ میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور اس پر تم سے اجرت نہیں مانگتا اور علماء مخالفین سے نہیں بلکہ موافقین اور معتقدین سے لیتے ہیں۔ تو دونوں میں بہت فرق ہے۔ اعتراض کرنے والوں کو چاہیے کہ اس پر کوئی روایت پیش کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معتقدین سے کچھ لینے پر انکار فرمایا ہو۔

بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے معتقدین سے لینا ثابت ہے۔

عن أبي هُريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم ما لِأَحَدٍ عِنْدَنَا يَدٌ إلا وقد كَافَيْنَاهُ مَا خَلَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا يَدًا يُكَافِئُهُ اللهُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَا نَفَعَنِي مَالُ أَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ

سنن الترمذی باب مناقب ابی بکر الصدیق

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس جس نے مجھ پہ احسان کیا میں نے سب کا بدلہ دے دیا سوائے ابوبکر صدیق کے ان کے احسانات کا بدلہ اللہ پاک قیامت کے دن خود عطا فرمائیں گے اور جتنا فائدہ مجھے ابوبکر کے مال نے دیا اتنا فائدہ کسی کے مال نے نہیں دیا۔

مکالمہ:

ایک شخص نے یہی آیات میرے سامنے پیش کیں۔

اور کہا کہ انبیاء علیہم السلام تو اجرت نہیں لیتے علماء تنخواہ کیوں لیتے ہیں؟

تو میں نے جواب میں کہا یہ "کم "کا خطاب ابو جہل اینڈ کمپنی کو ہے، حضرت صدیق اکبر کی جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو نہیں ہے۔
تو تم "کم "کا مخاطب خود کو سمجھ کر ابو جہل کی صف میں کھڑے نہ ہوں بلکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صف میں کھڑے ہوں۔

شبہ نمبر 3:

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ عَلَّمْتُ نَاسًا مِنْ أَهْلِ الصُّفَّةِ الْكِتَابَ وَالْقُرْآنَ فَأَهْدَى إِلَيَّ رَجُلٌ مِنْهُمْ قَوْسًا فَقُلْتُ لَيْسَتْ بِمَالٍ وَأَرْمِي عَنْهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ لَآتِيَنَّ رَسُولَ اللَّهِ-صلى الله عليه وسلم-فَلأَسْأَلَنَّهُ فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَجُلٌ أَهْدَى إِلَيَّ قَوْسًا مِمَّنْ كُنْتُ أُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْقُرْآنَ وَلَيْسَتْ بِمَالٍ وَأَرْمِي عَنْهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ. قَالَ «إِنْ كُنْتَ تُحِبُّ أَنْ تُطَوَّقَ طَوْقًا مِنْ نَارٍ فَاقْبَلْهَا »(سنن ابی داؤد: باب في كسب المعلم)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے اصحاب صفہ میں سے چند لوگوں کو لکھنا سکھایا اور قرآن پڑھایا تو انہی میں سے ایک شخص نے مجھے ایک کمان تحفے میں دی۔ میں نے یہ سوچا کہ یہ مال تو ہے نہیں، میں اس سے اللہ کی راہ میں تیر چلایا کروں گا۔ میں نے سوچا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور آپ سے اس کے متعلق پوچھوں گا۔ چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی: یارسول اللہ! ایک شخص کو میں نے لکھنا سکھایا اور قرآن پڑھایا تو اس سے مجھے ایک کمان تحفہ میں دی ہے، یہ مال تو ہے نہیں، میں اس سے اللہ کی راہ میں تیر چلایا کروں گا۔ یہ سن کر آپ صی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر آپ یہ چاہتے ہو کہ آگ کا طوق پہنو تو اس کمان کو لے لو۔"

اس حدیث سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ دینی امور پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔

جواب نمبر 1:

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی سخت وعید بیان فرمائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجرت لینا جائز نہیں جبکہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی سابقہ روایت میں سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دم کرنے پر بکریاں لینے کا ذکر ہے۔
(صحیح البخاری: کتاب الطب. باب الرقی بفاتحۃ الکتاب)

تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجرت لینا جائز ہے۔ دونوں میں بظاہر تعارض ہو گیا تو تطبیق کی صورت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ اصحابِ صفہ چونکہ فقیر اور محتاج لوگ تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعید بیان فرما کر یہ سمجھایا کہ جو محتاج و غریب ہوں ان سے لینا درست نہیں اور دوسرے واقعہ میں جن سے لیا جارہا ہے ان کے ہاں چونکہ وسعت تھی اس لئے وہاں خوشی کا اظہار فرمایا اور اجرت کو جائز بھی کہا۔ تو یہاں اس حدیث میں جو اجرت پر وعید فرمانا اس لیے نہیں کہ اجرت جائز ہے بلکہ اس لیے ہے کہ خاص ان سے نہ لیا جائے۔

مثال:

ایک آدمی جو بازار میں لوگوں کا سامان اٹھا کر ان کے گھر پہنچاتا ہے اور اس کی اجرت لیتا ہے اس نے دیکھا ایک بوڑھی عورت سر پر گٹھڑی اٹھائے جارہی تھی۔ اس آدمی نے اس سے گٹھڑی لی اور اپنے سر پر رکھ کر اس کے گھر پہنچادی۔ اس بوڑھی عورت نے اس آدمی کو دس روپے دیے جو اس آدمی نے لے لئے۔ اس آدمی نے گھر آکر والدہ کو بتایا کہ میں نے فلاں بڑھیا کا سامان اٹھا کر اس کے گھر میں چھوڑا ہے تو اس نے مجھے دس روپے دیے ہیں۔ اب ماں کہتی ہے کہ بیٹا "اس بوڑھی، کمزور، غریب عورت سے پیسے لیکر کھا لینے سے بہتر تھا تو زہر کھالیتا! وہ بے چاری بوڑھی عورت ہے، اگر تو نے اس کی گٹھڑی اٹھا بھی لی تو اس پر پیسے ضرور لینے تھے؟!"

اب دیکھیں: یہی آدمی دوسروں کا سامان اٹھا کر ان کے گھر پہنچا کر پیسے لیتا ہے تو ماں کچھ نہیں کہتی مگر بوڑھی، غریب عورت سے پیسے

لینے پہ ماں ڈانٹ رہی ہے۔ تو ماں کا مقصد بچے کی تربیت کرنا ہے کہ اس میں غمخواری پیدا ہو۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ بات اپنے صحابی کو اس لئے فرمائی تا کہ اس میں غمخواری پیدا ہو کیونکہ جنھوں نے ان کو کمان دی تھی وہ خود فقراء صحابہ تھے۔

جواب نمبر2:

امام ابو سلیمان محمد بن محمد الخطابی رحمہ اللہ ت388ھ:

اس حدیث مبارک کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَتَأَوَّلُوا حدَيْث عُبادَةَ عَلىٰ أَنَّهُ أَمْر كَان تَبَرُّع بِه ونوى الإِحْتِسَاب فِيْهِ ولمْ يَكُنْ قَصْدُهُ وقْت التَّعلِيْمِ إِلىٰ طَلَبِ عِوَض ونَفع فَحَذَرَهُ النَّبِيُّ صلى الله علَيْه وسلَّم إِبْطال أجْره وتوَعَّدَه علَيْه ، وكان سبِيْل عُبَادَة فِي هٰذا سبِيْل مَنْ ردَّ ضالَّة الرَّجُل أو اسْتَخرَجَ لهُ متاعاً قد غرق تَبَرُّعاً وحسبة فلَيْسَ له أن يأْخُذَ علَيه عِوَضاً ولَو أنهُ طَلَبَ لِذٰلِكَ أُجرَة قَبْلَ أن يَفْعَلَهُ حسبة كان ذٰلِكَ جَائِزاً.

(معالم السنن شرح سنن ابی داؤد: ج2ص173 باب کسب المعلم)

ترجمہ: محدثین نے حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کی یہ تاویل کی ہے کہ یہ ایک ایسا کام تھا جس کو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بخوشی یہ کام کیا تھا، اس کے کرنے میں ان کی نیت محض ثواب کی تھی اور بوقتِ تعلیم ان کی نیت اجرت اور نفع لینے کی نہیں کی تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجرت لینے سے ڈرایا (یعنی منع فرمایا) اور انہیں خوف دلایا۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ اس بارے میں اس شخص کی طرح تھا جو کسی کا گم شدہ جانور ڈھونڈ کر واپس کر دے یا اس کے غرق شدہ سامان کو نکال کر بخوشی اور بہ نیت ثواب اسے واپس دے دے تو ایسے شخص کیلئے جائز نہیں کہ وہ اس کام پر اجرت لے۔ ہاں اگر وہ اس کام کے کرنے سے پہلے اس شخص سے اجرت طلب کرے تو یہ جائز ہے۔

امام ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر ت774ھ:

فَإِنْ صَحَّ إِسْنَادُهُ فَهُوَ مَحْمُوْل عِندَ كَثِير مِنَ الْعُلَماءِ مِنْهُمْ: أبو عُمر بنُ عبدِ البرّ على أنهُ لما عَلَّمَهُ لِلّٰهِ لَمْ يَجُزْ بَعد هٰذا أن يَعتاض عن ثَوابِ الله بِذٰلك القوس، فأَمَّا إِذَا كَانَ مِنْ أَوَّلِ الأمْرِ علىَ التَّعْلِيْمِ بِالأُجْرَةِ فإِنَّهُ يَصِحُّ كَمَا فى حَدِيْثِ اللَّدِيْغ.

(تفسیر ابن کثیر ج1ص81)

ترجمہ: اگر بالفرض اس روایت کی سند صحیح بھی ہو تو وہ بہت سے علماء کے نزدیک جن میں امام ابو عمر ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے خالص خدا کی رضا کے لیے انہیں پڑھایا تھا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے ثواب کے بدلے میں اس قوس کا ہدیہ لینا جائز نہ تھا۔ ہاں اگر شروع ہی سے اجرت پر تعلیم دی ہے تو پھر بلاشبہ یہ اجرت لینا جائز ہے جیسا کہ حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ میں یہ بات بیان ہو چکی ہے۔

(صحیح البخاری: کتاب الطب. باب الرقی بفاتحۃ الکتاب)

جواب نمبر3:

اصحابِ صفہ خود غریب لوگ تھے، خود محتاج وضرورت مند تھے اس لیے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو یہ تاکید کی گئی کہ اصحابِ صفہ کی نوعیت ایسی ہے کہ وہ تمہیں کچھ دینے کے متحمل نہیں ہیں۔ وہ بسا اوقات مروت میں آکر لے لیتے ہیں لیکن بندے کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان سے مال نہیں لینا۔ اس لیے ان سے یہ چیز وصول نہ کیا کرو!

امام ابو سلیمان محمد بن محمد الخطابی ت 388ھ:

اس حدیث مبارک کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وأهْلُ الصُّفَّةِ قَوْم فُقَراء كَانُوا يَعِيْشُوْنَ بِصَدَقَةِ النَّاسِ فَأَخْذُ الرَّجُلِ الْمَالَ مِنْهُمْ مَكْرُوْه ودَفْعِه إِلَيْهِمْ مُسْتَحَب.

(معالم السنن شرح سنن ابی داؤد: ج2 ص173 باب کسب المعلم)

ترجمہ: اصحاب صفہ فقراء تھے جن کی معیشت کا دار و مدار لوگوں کے صدقہ پر تھا اس لئے کسی آدمی کا ان سے مال لینا مکروہ تھا جبکہ انہیں مال دینا مستحب تھا۔

تنبیہ:

حضرات محدثین نے ان جیسی روایات کی کئی توجیہات بیان کی ہیں جن کا خلاصہ فقیہ العصر حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ فاضل دار العلوم دیوبند مولف "احسن الفتاوی" اور امام اھل السنۃ والجماعۃ شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ فاضل دار العلوم دیوبند مولف "راہ سنت" نے یہ بیان کیا ہے:

1: جو روایات ممانعت میں پیش کی جا رہی ہیں وہ صریح و متعین المعنیٰ نہیں۔

2: اگر یہ روایات صریح اور متعین المعنیٰ ہوتیں تو خلفائے راشدین، مجتہدین، فقہاء، علماء ان روایات کے خلاف جواز کا فتویٰ کبھی نہ دیتے۔

3: یہ ممانعت عام نہیں بلکہ اس بندے کے ساتھ خاص ہے جس کا مقصد دینی امور سے صرف دنیا کمانا ہو۔ اگر مقصد دین کی اشاعت ہو تو دیگر روایات کی روشنی میں اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں۔

4: ممانعت کی اکثر روایات ضعیف ہیں۔ اگر کوئی روایت صحیح بھی ہے تو وہ موول (خاص صورتوں پر محمول ہے) یا منسوخ ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج7 ص281، 280، راہ سنت: ص259)

شبہ نمبر 4:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور متقدمین احناف کے ہاں تو دینی امور پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔

امام ابو الحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل المُرغیانی رحمہ اللہ ت 593ھ لکھتے ہیں:

وَلَا الِاسْتِئْجَارُ عَلَى الْأَذَانِ وَالْحَجِّ وَكَذَا الْإِمَامَةِ وَتَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَالْفِقْهِ.

(الھدایۃ: ج3 ص305 کتاب الاجارات، باب الاجارۃ الفاسدہ)

ترجمہ: اذان دینے اور حج کی اجرت لینا جائز نہیں۔ اسی طرح امامت، اور قرآن کی تعلیم اور فقہ کی تعلیم پر اجرت لینا بھی جائز نہیں۔

جواب نمبر 1:

امام ابو الحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل المُرغیانی رحمہ اللہ ت 593ھ:

متقدمین احناف کا قول نقل کرنے کے بعد یہ لکھتے ہیں:

"وَبَعْضُ مَشَايِخِنَا اِسْتَحْسَنُوا الْاِسْتِئْجَارَ عَلٰى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ الْيَوْم لأنَّهُ ظهر التَّوانی فِی الْأُمُوْرِ الدِّيْنِيَّةِ فَفِي الْاِمْتِنَاعِ

تَضْيِيعُ حِفْظ القُرآن وعَلَيْهِ الْفَتْوٰی"

(الھدایہ ج3ص306)

ترجمہ: احناف کے دوسرے بعض مشائخ کے نزدیک اس دور میں تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے کیونکہ یہ ایسا دور ہے کہ لوگ دینی معاملات میں سستی کرتے ہیں تو اگر تنخواہ نہ دی گئی تو قرآن کریم کے ضیاع کا خطرہ ہے احناف کا مفتیٰ بہا قول بھی اجرت کے جواز کا ہے۔

فائدہ: اگر کسی مسئلہ پر فقہاء کے دو قول ہوں تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ ان میں سے راجح اور مفتیٰ بھا قول کونسا ہے؟ لہذا راجح اور مفتیٰ بھا قول کو لیتے ہیں مرجوح اور غیر مفتیٰ بھا قول کو نہیں لیا جاتا۔

جس طرح دو حدیثیں ہوں؛ ایک معمول اور دوسری متروک۔ تو دونوں حدیثیں مانی جائیں گی لیکن عمل معمول پر ہوگا نہ کہ متروک پر۔ اسی طرح اگر دو قول ہوں؛ ایک مفتیٰ بہ اور دوسرا غیر مفتیٰ بہ تو عمل مفتیٰ بہ قول پر کرتے ہیں۔ احناف کا مفتیٰ بہ قول جواز کا ہے۔ چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

علامہ حافظ الدین ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی الحنفی (ت710ھ) لکھتے ہیں:

"وَالْفَتْوٰی الْيَوْمَ عَلٰی جَوَازِ الِاسْتِئْجَارِ لِتَعْلِيمِ الْقُرْآنِ."

(کنز الدقائق: ص395)

ترجمہ: اس دور میں فتویٰ اس بات پر ہے کہ تعلیم قرآن کی اجرت لینا جائز ہے۔

امام فخر الدین عثمان بن علی زَیلعی حنفی (ت743ھ):

علامہ عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت پر تفصیلی کلام یوں کرتے ہیں:

"قَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ (وَالْفَتْوٰی الْيَوْمَ عَلٰی جَوَازِ الِاسْتِئْجَارِ لِتَعْلِيمِ الْقُرْآنِ) وَهُوَ مَذْهَبُ الْمُتَأَخِّرِينَ مِنْ مَشَايِخِ بَلْخٍ اسْتَحْسَنُوا ذٰلِكَ وَقَالُوا بَنٰى أَصْحَابُنَا الْمُتَقَدِّمُونَ الْجَوَابَ عَلٰی مَا شَاهَدُوا مِنْ قِلَّةِ الْحُفَّاظِ وَرَغْبَةِ النَّاسِ فِيهِمْ وَكَانَ لَهُمْ عَطِيَّاتٌ فِيْ بَيْتِ الْمَالِ وَافْتِقَادٌ مِنَ الْمُتَعَلِّمِينَ فِيْ مُجَازَاةِ الْإِحْسَانِ بِالْإِحْسَانِ مِنْ غَيْرِ شَرْطٍ مُرُوْءَةٍ يُعِيْنُونَهُمْ عَلٰی مَعَاشِهِمْ وَمَعَادِهِمْ وَكَانُوا يُفْتُوْنَ بِوُجُوبِ التَّعْلِيمِ خَوْفًا مِنْ ذَهَابِ الْقُرْآنِ وَتَحْرِيضًا عَلَى التَّعْلِيمِ حَتّٰى يَنْهَضُوا لِإِقَامَةِ الْوَاجِبِ فَيَكْثُرُ حُفَّاظُ الْقُرْآنِ, وَأَمَّا الْيَوْمَ فَذَهَبَ ذٰلِكَ كُلُّهُ وَاشْتَغَلَ الْحُفَّاظُ بِمَعَاشِهِمْ وَقَلَّ مَنْ يَعْلَمُ حِسْبَةً وَلَا يَتَفَرَّغُونَ لَهُ أَيْضًا فَإِنَّ حَاجَتَهُمْ تَمْنَعُهُمْ مِنْ ذٰلِكَ فَلَوْ لَمْ يُفْتَحْ لَهُمْ بَابُ التَّعْلِيمِ بِالْأَجْرِ لَذَهَبَ الْقُرْآنُ فَأَفْتَوْا بِجَوَازِ ذٰلِكَ لِذٰلِكَ وَرَأَوْهُ حَسَنًا, وَقَالُوا: الْأَحْكَامُ قَدْ تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ. أَلَا تَرٰى أَنَّ النِّسَاءَ كُنَّ يَخْرُجْنَ إِلَى الْجَمَاعَاتِ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ زَمَنِ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى مَنَعَهُنَّ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاسْتَقَرَّ الْأَمْرُ عَلَيْهِ وَكَانَ ذٰلِكَ هُوَ الصَّوَابُ وَكَانَ الْإِمَامُ أَبُوْ بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ يَقُوْلُ: يَجِبُ الْأَجْرُ وَيُحْبَسُ عَلَيْهَا. وَقَالَ فِي النِّهَايَةِ: يُفْتٰى بِجَوَازِ الِاسْتِئْجَارِ عَلٰی تَعْلِيمِ الْفِقْهِ أَيْضًا فِيْ زَمَانِنَا ثُمَّ قَالَ: وَفِيْ رَوْضَةِ الزَّنْدَوَسْتِيِّ كَانَ شَيْخُنَا أَبُوْ مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ الْخَيْزَاخِزِيُّ يَقُوْلُ فِيْ زَمَانِنَا يَجُوزُ لِلْإِمَامِ وَالْمُؤَذِّنِ وَالْمُعَلِّمِ أَخْذُ الْأَجْرِ"

(تبیین الحقائق: ج5ص126،125)

ترجمہ: صاحب کنز علامہ عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اس دور میں فتویٰ اس بات پر ہے کہ تعلیم قرآن کی اجرت لینا جائز ہے۔" اور یہی موقف ہمارے متاخرین مشائخ بلخ کا ہے۔ متاخرین حضرات نے تعلیم قرآن کی اجرت کو صحیح قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہمارے متقدمین حضرات کا موقف اس بنیاد پر تھا کہ انہوں نے اپنے دور میں دیکھا تھا کہ حفاظ بہت کم تھے لیکن لوگ ان کی طرف بہت زیادہ متوجہ ہوتے تھے، ان حفاظ کو بیت المال سے تنخواہ ملتی تھی اور تعلیم حاصل کرنے والے طالب علموں کی طرف سے بھی بغیر کسی شرط کے احسان کا بدلہ احسان دیا جاتا تھا جس کی وجہ سے ان حفاظ کی گزر بسر اچھی ہوتی تھی۔ ان مشائخ نے قرآن کریم کے ضائع ہونے کے خوف سے تعلیم قرآن کو

واجب قرار دیا تھا اور لوگوں کو تعلیم حاصل کرنے پر ابھارتے تھے یہاں تک کہ لوگ اس واجب کو قائم کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے جس کے نتیجہ میں حفاظ کرام بہت زیادہ ہو گئے۔ لیکن جہاں تک آج کا معاملہ ہے تو یہ ساری چیزیں آج ختم ہو چکی ہیں، قرآن کریم کے حافظ اپنی روزی روٹی میں لگ گئے ہیں اور بہت کم حفاظ ہیں جو رضائے الٰہی کے لیے قرآن پڑھانے والے ہیں لیکن ان کے پاس بھی وقت نہیں بچتا کیونکہ ان کی ضروریات اس بات سے مانع ہوتی ہیں۔ اگر اجرت دے کر تعلیم کا سلسلہ شروع نہ کیا جائے تو قرآن کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہے، اس لیے بعد کے حضرات نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا اس کو بہت اچھا سمجھا۔ متاخرین یہ بھی فرماتے ہیں کہ زمانے کے مختلف ہونے کی وجہ سے احکام بھی مختلف ہوتے رہتے ہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں جماعت کی نماز کے لیے آتی تھیں یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کر دیا اور معاملہ آج اسی معمول پر قائم ہے۔ یہی بات بہتر ہے۔ امام ابو بکر محمد بن فضل فرمایا کرتے تھے کہ تعلیم قرآن پر اجرت دینا واجب ہے اور اس پر قاری صاحب کو پابند کیا جائے۔ "نہایہ" میں ہے کہ ہمارے آج کے دور میں فقہ کی تعلیم پر اجرت لینا بھی جائز ہے۔ پھر فرمایا: "رَوْضَةُ الزَّنْدَوَسْتِيْ" میں ہے کہ ہمارے شیخ ابو محمد عبد اللہ الْخَيْزَاخِزِيُّ فرماتے تھے کہ ہمارے آج کے اس زمانے میں امام، مؤذن اور معلم کے لیے تنخواہ لینا جائز ہے۔

علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم الحنفی (ت 970ھ) فرماتے ہیں:

"أَمَّا علی الْمُخْتَارِ لِلْفَتْوٰی فِی زَمَانِنَا فَیَجُوزُ أَخْذُ الْأَجْرِ لِلْإِمَامِ وَالْمُؤَذِّنِ وَالْمُعَلِّمِ وَالْمُفْتِیْ."

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق: ج1 ص268 بَابُ الْأَذَانِ)

ترجمہ: اس زمانہ میں مختار اور مفتیٰ بہا قول کے مطابق امام، مؤذن، مدرس اور مفتی کے لئے تنخواہ لینا جائز ہے۔

فقہائے احناف کی ان تصریحات کی روشنی میں مفتیٰ بہا قول کو چھوڑ کر غیر مفتیٰ بہا قول جو مخصوص صورتوں کے متعلق ہے اس کو لینا اور یہ کہنا کہ فقہ حنفی کے مطابق بھی دینی امور پر اجرت لینا ناجائز ہے یہ دیانت کے منافی ہے۔

جواب نمبر 2:

متقدمین کے دینی امور پر اجرت کے قائل نہ ہونے کی ایک بنیادی وجہ یہ تھی کہ اس وقت خلافت کے بیت المال میں سے معلمین اور دین کے دیگر شعبوں کی خدمت کرنے والوں کی معاش کا معقول انتظام کیا جاتا تھا لہٰذا اجرت کی ضرورت نہیں تھی۔ جب بیت المال کا نظام ختم ہو گیا تھا تو اب معلمین کے معاشی استحکام کی ضرورت محسوس ہوئی اس لیے متاخرین نے اس اجرت کے جواز کا فتویٰ دے دیا۔ تو متقدمین کے عدمِ جواز کہنے کی وجہ اجرت کا ناجائز ہونا نہیں بلکہ بیت المال سے ضرورت کا پورا ہونا ہے۔

جواب نمبر 3:

متقدمین احناف اور متاخرین کے درمیان یہ اختلاف نزاعِ لفظی ہے۔ متقدمین کے قائل نہ ہونے کی بنیاد یہ تھی کہ آدمی پیسوں کی نیت سے پڑھائے اور اجرت کو مقصود سمجھ کر پڑھائے۔ ظاہر ہے کہ یہی غرض ہو تو جائز نہیں اور متاخرین کے ہاں اجرت کی غرض سے نہ پڑھائے لیکن چونکہ اب معاشی ضرورت ہے اس لیے ضرورت کی وجہ سے اجرت لے لے تو جائز ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تعلیم کی غرض یہ ہو کہ مجھے پیسے ملیں گے تو اب درست نہیں اور اگر پڑھایا جائے اللہ کی رضا کے لیے لیکن صرف پڑھائے اور معاش کے لیے دیگر کام نہ کرے تو معاشی استحکام ممکن نہ ہو سکے گا۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ انسان دینی خدمت سے محروم ہو جائے گا۔ تو اب ضرورت کی وجہ سے لینا جائز ہے۔ جس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي أَنَّ حِرْفَتِي لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَئُونَةِ أَهْلِي وَشُغِلْتُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَسَيَأْكُلُ آلُ أَبِي بَكْرٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ

(صحیح البخاری: ج1 ص278 بَابُ كَسْبِ الرَّجُلِ وَعَمَلِهِ بِيَدِهِ)

کہ میرا کاروبار میرے اہل وعیال کے اخراجات کے لیے کافی تھا، اب میں مسلمانوں کے امور میں مشغول ہو گیا ہوں (اور اس کی وجہ سے اپنا کاروبار جاری نہیں کر سکتا) تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال اس (بیت المال) سے مال سے کھائیں گے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس بیت المال کی آمدنی میں اضافہ کرنے، اس کی حفاظت کرنے اور اس کو مسلمانوں کی ضروریات و دیگر مصارف میں خرچ کرنے کے ذریعہ مسلمانوں کی خدمت کرے گا۔

مکالمہ:

ایک جگہ میں نے بیان کیا۔ بیان کے بعد دو بندے آئے کہ مولانا صاحب! ہم نے ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔

میں نے کہا: پوچھنا ہے یا بتانا ہے؟

کہنے لگے: جی پوچھنا ہے۔

میں نے کہا: تم آئے تو بتانے کے لئے ہو لیکن عنوان پوچھنے کا اختیار کرتے ہو۔

کہنے لگے: جی، ہم نے پوچھنا ہے۔

میں نے کہا: اچھا پھر پوچھو!

کہنے لگے: قرآن پڑھا کر پیسے لینا جائز ہے؟

میں نے کہا: مجھے یہ بتاؤ کہ جس فرقہ سے آپ کا تعلق ہے اس میں قرآن کی کوئی تفسیر بھی ہے؟

کہنے لگے: جی ہے۔

میں نے کہا: جو تفسیر تمہاری ہے وہ کتنے روپے کی ملتی ہے؟

انہوں نے کچھ رقم بتائی کہ اتنی کی ملتی ہے جو مجھے صحیح طرح یاد نہیں۔

میں نے کہا: مجھے بتاؤ کہ قرآن کی تفسیر کو بیچنا جائز ہے؟

کہنے لگے: جائز نہیں۔

میں نے کہا: پھر تم لوگ کیوں بیچتے ہو؟

کہنے لگے: ہم قرآن یا قرآن کی تفسیر نہیں بیچتے بلکہ وہ تفسیر جس کاغذ پر لکھی ہے اس کاغذ کے پیسے لیتے ہیں۔

تو میں نے کہا کہ ہم بھی قرآن پڑھانے کے پیسے نہیں لیتے بلکہ جس وقت میں پڑھاتے ہیں اس وقت کے پیسے لیتے ہیں۔

تنبیہ:

جب بھی کوئی فتنہ اٹھتا ہے تو اس فتنہ کی بنیاد پہ غور کرنا چاہئے کہ یہ فتنہ کیوں ہے؟ اس کے مقاصد کیا ہیں؟

آج کل یہ جو فتنہ اٹھا ہے جو بڑی شد و مد کے ساتھ امامت، خطابت، اذان، تعلیم قرآن، فتویٰ وغیرہ کی تنخواہ کو حرام کہہ رہا ہے۔ اس کی بنیاد اور غرض دراصل دین اور دین کے شعبوں کو ختم کرنا ہے - معاذ اللہ - کیونکہ صاحبِ حیثیت یہ کام نہیں کریں گے اور غریب اگر کریں گے تو ان کو تنخواہ نہیں دیں گے تو ظاہر سی بات ہے کہ اس کا یہی نتیجہ نکلے گا کہ دین کے یہ شعبے ختم ہو جائیں گے اور لوگ دین سے دور ہو جائیں گے۔

گزارش:

اس لیے میری تمام احباب سے درخواست ہے کہ اس نظریہ اور مہم کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے دین کی خدمت کرنے والے علماء، مدرسین، مبلغین، مجاہدین، موذنین، ائمہ، خدام دین کے کسی بھی شعبہ میں کام کرنے والے حضرات کی بھرپور خدمت کریں، تعاون کریں۔ اور اس کو عبادت و سعادت سمجھ کر کریں۔ اللہ تعالی ہمیں اور ہماری نسلوں کو دین کی اور دین کا کام کرنے والوں کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور پھر ہماری اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم